

عبد القدوس ہاشمی

\*

بادجود تلاش مجھے اس کتاب کے طبع ہونے کی کوئی شہادت نہیں مل سکی۔ علامہ خیر الدین الزکلی نے اپنی کتاب الاعلام ج ۸ ص ۳۶ میں امام حصیری کا ایک مختصر سا ذکر لکھا ہے۔ اس میں بھی کتاب التحریر کے تعلق یہی درج کیا ہے کہ اب تک یہ کتاب طبع نہیں ہو سکی ہے۔ یہ کتاب سادہ عربی شریں امام محمد الشیبانی کی مشہور و معروف کتاب الجامع البکیر کی ایک مہتم بالشان شرح ہے اس کے مصنف اپنے زمانہ کے امام الفقہ ہونے کے ساتھ ساتھ علم وافر اور عمل صالح کے بہترین نمونہ تھے لیکن اس کے باوجود ابھی تک یہ طبع نہیں ہوئی ہے بلکہ اس کے قلمی نسخے بھی کیا ہیں، دنیا کے بڑے بڑے قلمی ذخائر میں بھی اس کا کوئی مکمل نسخہ نہیں ملتا ہے۔ البتہ کہیں کہیں قدیم کتب خانوں میں اس کے متفرق اجزاء پائے جاتے ہیں اور ان سے ایک مکمل نسخہ بن جاتا ہے۔ اس طرح یہ کتاب حقیقی معنوں میں ایک نادر کتاب ہے۔

**مصنف** | اس کتاب کے مصنف کا پورا نام یہ ہے :-

الامام جمال الدین ابو الحامد محمود بن احمد بن عبدالسید بن عثمان بن نصر بن عبدالملک الحصری البخاری۔  
شہر بخارا کے ایک محلہ الحصر میں بہ ماہ جمادی الاولیٰ ۵۴۶ھ ہجری پیدا ہوئے اور تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں یوم  
یکشنبہ ۸ صفر ۶۳۶ھ ہجری وفات پائی، المنیع کے قریب الجادہ پر مقابر صوفیہ میں مزار مقدس ہے۔

امام حصیری کے نامور شاگرد سبط ابن الجوزی المتوفی ۶۵۶ ہجری نے اپنی کتاب مرآۃ الزمان فی تاریخ

الاعیان میں بہ سلسلہ حوادث ۶۳۶ ہجری لکھا ہے :

وكانت وفاته يوم الاحد ثامن صفر، ودفن بمقابر الصوفية عند المنيع على الجادة

وفات کی یہی تاریخ دوسرے تمام تذکرہ نگاروں نے بھی لکھی ہے۔ صرف مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی کتاب الفوائد البہیہ فی طبقات الخنفیہ میں ۶۳۷ ہجری درج ہے جو غالباً تصحیف ہے، اس لئے کہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے بھی تاریخ ۸ صفر اور یکنشنبہ ہی لکھا ہے۔ از رئے حساب ۸۶۳ میں ۸ صفر کو باختلاف رویت ہلال یکنشنبہ یا جمعہ ۸ یا ۹ ستمبر ۱۲۳۹ شمسی پڑتا ہے یکنشنبہ نہیں پڑتا۔ البتہ ۱۳۶۴ میں ۸ صفر کو باختلاف رویت ہلال یکنشنبہ یا دوشنبہ ۱۹ یا ۲۰ ستمبر ۱۲۳۸ شمسی ہو سکتا ہے۔ یکنشنبہ ۸ صفر پر سب تذکرہ نگار متفق ہیں اور از رئے حساب یہی صحیح ہے تو یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ غالباً گنابت کی غلطی ہی سے ۶۳۷ ہجری لکھا گیا ہے۔

الحصیری [عربی میں چٹائی کو الحصیر کہتے ہیں، اس زمانہ میں شہر بخارا کے بعض محلے پیشہ وروں کے نام سے موسوم تھے بالکل اسی طرح جیسے ہمارے ہاں قصاب ٹولہ، موچی دروازہ، رسی ٹاں اور بلی ماراں وغیرہ بٹوا کرتے ہیں۔ شہر بخارا کے اس محلہ میں چٹائی بننے والے رہا کرتے تھے، اس لئے یہ محلہ الحصیر کے نام سے موسوم تھا۔ امام حصیری کے والد تجارت کرتے تھے اور احمداً ج کہلاتے تھے، ان کا گھر محلہ الحصیر میں تھا، اس وجہ سے امام حصیری بھی الحصیری کہلانے لگے۔

امام حصیری نے اس وقت کے تمام علوم و فنون کی تعلیم اپنے شہر بخارا ہی میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی اور نوجوانی ہی میں رتبہ کمال اور درجہ امتیاز پر فائز ہو گئے۔

اساتذہ و معاصرین [اچھی صدی ہجری میں علاقہ ماوراء النہر اور خصوصاً بخارا و مکرند علوم و فنون کے مراکز تھے۔ بڑے بڑے اساتذہ، محدثین، فقہاء، مفسرین، فلسفی اور صوفیائے کرام یہاں موجود تھے، خصوصاً خنفی فقہاء تو اس صدی میں وہاں اتنے پیدا ہوئے کہ کسی دوسری جگہ اتنے مشائخینان فقر و قانون کا اجتماع نظر نہیں آتا۔ ذرا ان چند بزرگوں کے اسمائے گرامی دیجئے جس زمانہ میں امام حصیری نے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی، یہ سب بزرگ ان کے شہر بخارا ہی میں زینت افزائے مسانید درس و ارشاد تھے، کچھ تو وہیں کے تھے اور کچھ دوسرے مقامات سے وہاں آکر افادہ و استفادہ کے لئے طویل مدت تک مقیم رہے تھے۔

۱۔ رکن الاسلام محمد بن ابی بکر امام زادہ چوہی المتوفی ۵۷۳ھ ہفتی بخارا۔

۲۔ نور الدین احمد بن محمد الصابونی المتوفی ۵۸۰ھ۔

۲- شمس الأئمة الثاني علاء الدین عمر الزنجری المتوفی ۵۸۴ھ -

۳- زاد الدین ابو نصر احمد بن محمد بن عمر العتابی البخاری المتوفی ۵۸۶ھ شارح الجامعین -

۵- علاء الدین ابو بکر بن محمود الکاسانی المتوفی ۵۸۷ھ مصنف البدایح -

۶- قوام الدین حماد بن ابراہیم البخاری المتوفی ۵۹۱ھ تقریباً -

۷- فخر الدین ابو المغانم حسن بن منصور قاضی خان الافجندی المتوفی ۵۹۲ھ، مصنف فتاویٰ قاضی خان -

۸- بریل الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ مصنف البدایہ، والکفایہ، والمنقحی -

۹- بدر الدین عمر بن عبد الکریم درکی البخاری المتوفی ۵۹۴ھ شارح الجامع الصغیر -

۱۰- شرف الدین ابو حفص عمر بن محمد العقیل المتوفی ۵۹۶ھ

۱۱- قوام الدین احمد بن عبدالرشید البخاری المتوفی ۵۹۹ھ

۱۲- رضی الدین محمد بن محمد السرخسی المتوفی ۶۰۳ھ، مصنف المخیطین -

۱۳- علاء الدین محمود البخاری المتوفی ۶۰۷ھ، مصنف خلاصۃ الحقائق -

۱۴- بریلان الشریعۃ محمود بن تاج الشریعۃ احمد المتوفی ۶۱۶ھ، مصنف الذخیرہ والمحیط البرائی -

۱۵- ظہیر الدین محمد بن احمد المختب البخاری المتوفی ۶۱۹ھ مصنف الفتاویٰ الظہیریہ -

۱۶- النقیب بدیع بن منصور القزوینی المتوفی ۶۲۰ھ مصنف منیۃ الفقہا -

۱۷- ابو الفتح محمد بن محمد المظہر السمرقندی المتوفی ۶۲۱ھ مصنف الفتاویٰ السمرقندیۃ (المظہریۃ)

۱۸- حسام الدین محمد بن عثمان العلوی بادی المتوفی ۶۲۸ھ

۱۹- الفقیہ محمد بن محمود الاستریشی المتوفی ۶۳۲ھ مصنف الفصول الثلثون -

۲۰- الصدر الشہید عمر بن عبدالغزیز ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۳۶ھ مصنف ذخیرۃ الفتاویٰ -

یہ ادران کے علاوہ سینکڑوں ہی علاء اودہرفن و ہر علم کے ماہرین اس زمانہ میں بخارا، ہمرقند، کاشغر، تاشقند، عشق آباد، بلکہ جھوٹے چھوٹے قریوں اور دیہاتوں مثلاً قرغزتگ، قریہ خواجہ، البیتہ نگ، ترمذ وغیرہ میں موجود تھے اور اس مدرسہ میں کے ساتھ ساتھ ارشاد و تبلیغ کی خدمات بھی انجام دے رہے تھے۔ ادران بزرگوں کی وجہ سے علاقہ ماوراءالنہر مرکز علوم و مرجع طالبان فن بنا ہوا تھا۔

امام حصیری نے ان ہی اساتذہ سے تعلیم حاصل کی خصوصیت کے ساتھ فقیہ قاضی خان اوزجندی سے بہت زیادہ

استفادہ کیا۔ اسی لئے مذکورہ نگاروں نے ان کو قاضی خان کا شاگرد خاص لکھا ہے۔ اگرچہ بچلا ہی میں ان کی ذہانت، تفقہ اور وسعت مطالعہ کی شہرت ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود امام حصیری نے اپنے شہر دیار سے باہر نکل کر دوسرے مقامات پر جو اساتذہ موجود تھے، ان سے استفادہ کرنے میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ نیشاپور اور طوس میں منصور الفردوسی اور المرید الطوسی جیسے علمائے حدیث سے علم حدیث حاصل کیا، حلب اور شام میں شیخ ابو شام الحلبی اور ان کے معاصرین سے فہم تفسیر کا درس لیا۔ حجاز مقدس میں حاضر ہوئے اور وہاں کے اساتذہ سے کسب علوم کیا۔

حروب صلیبیہ کے مشہور مجاہد الملک نور الدین المتونی ۵۶۹ھ نے دمشق میں ایک عظیم الشان دارالعلوم قائم کیا تھا، اس کو نور الدین کے قائم کردہ دوسرے مدارس کی طرح المدارس السودیہ کہتے تھے۔ دمشق کے اس مدرسہ کی شہرت نیشاپور اور بغداد کے مدارس نظامیہ کی طرح تھی۔ اور کسی عالم کے لئے یہ اعلیٰ ترین علمی اعزاز تھا کہ اُسے مدرسہ نوریہ میں درس دینے کی عزت حاصل ہو، امام حصیری اس مدرسہ میں تدریس و افتاء کی خدمت پر مسلسل پچیس سال تک فائز رہے۔ اور یہیں دمشق میں ان کا انتقال ہوا۔

مدرسہ نوریہ میں ملازمت سے پہلے امام حصیری غالباً کتابت کر کے گزار بسر کرتے تھے جن لوگوں نے ان کا تذکرہ لکھا ہے ان کے علم وسیع اور عمل صالح کے ساتھ ان کے اس بحال کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ اچھے خوشنویس تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اسے رزقِ حلال کے حصول کا ذریعہ بنالیا تھا اور اپنے اس رزق میں سے حاجت مندوں کا حق بھی ادا کرتے تھے، اسی لئے ہر مذکورہ نگار نے ان کو کثیر الصدقہ لکھا ہے۔

وہ اپنے عہد میں ایک عالم باعمل، ایک صاحب دل بزرگ، ذہین و عقل مند، پاک طینت، رقیق القلب اور ایک نکتہ رس آدمی سمجھے جاتے تھے، فقر میں اُن کا یہ مرتبہ تھا کہ دمشق میں انھیں رئیس الفقہاء کا مقام حاصل تھا، علامہ سبط بن الجوزی نے اُن کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

انتهت الیہ رئاسة اصحاب الحنفیة ..... اور

كان کثیر الصدقة، غزیر الدمعة، عاتلاً نرجها، عفیفاً۔

ابن النعمان الحکومی نے ان کو شیخ الحنفیہ لکھا ہے اور لکھا ہے کہ کان من العلماء المصلوبین فی الصدقة غزیر الدمعة۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے ان کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا فقیہ لکھا ہے اور کان اماماً فاضلاً اور ببلغ رتبة الکمال کے الفاظ سے ان کی تعریف کی ہے۔

امام حصیری کا احترام اُن کے علم و عمل صالح کی وجہ سے فقیر سے بادشاہ تک سب ہی کرتے تھے۔ انھوں نے

کبھی کوئی سرکاری ملازمت مدرسہ نوریہ کی ملازمت کے سوا نہیں کی، اور یہ مدرسہ بھی اوقات کے ماتحت تھا، براہ راست شاہی ملازمت نہیں تھی، سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے:

وكان المعظم يحترمه ويكرمه وكذلك ولده الملائك الناصر.

تلامذہ | جس شخص نے اپنے عہد کے سب سے زیادہ شہور مدرسہ میں پچیس سال تک مسلسل درس و تدریس کی خدمت انجام دی ہو، اس کے شاگردوں کی فہرست کون پیش کر سکتا ہے، ۵۷۲ ہجری سے ۶۳۶ ہجری تک اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے علماء، اماراء اور مدرسین میں سے بہت بڑی تعداد نے امام حصیری سے کسب فیض کیا ہے، ساتویں صدی کے علماء کا تذکرہ تاریخ، تراجم و طبقات کی کتابوں میں دیکھئے تو بہت سے بزرگوں کے احوال میں یہ ذکر ملتا ہے کہ انھوں نے امام حصیری سے تعلیم حاصل کی تھی، مثلاً

۱۔ العلامة الفقیہ محمود بن عبد التیمی الصرخدی۔ المتوفی ۵۸۲ھ۔

۲۔ قاضی القضاۃ صدر الدین سلیمان بن وہب الاذری الشقی المتوفی ۶۷۷ھ۔

۳۔ الشیخ العلامة شمس الدین یوسف بن قراوقی سبط ابن الجوزی المتوفی ۶۵۴ھ۔

۴۔ الملک المعظم شرف الدین عیسیٰ بن ایوب المتوفی ۶۲۴ھ۔

۵۔ الملک الناصر داؤد بن عیسیٰ المتوفی ۶۵۶ھ۔

تصانیف | امام حصیری کی حسب ذیل تصنیفات کا ذکر مختلف تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔

۱۔ التحریر فی شرح الجامع الکبیر (مطول) ۲۔ شرح الجامع الکبیر (مختصر)

۳۔ شرح السیر الکبیر ۴۔ خیر المطلوب فی العلم المرغوب۔

۵۔ الطریقۃ الحصریۃ ۶۔ مناسک الحج

۷۔ شرح الجامع الصغیر۔ (الوجیز)

ممکن ہے کہ ان کتابوں کے علاوہ کچھ اور بھی کتابیں امام حصیری کی ہوں کیونکہ تذکرہ نگار حضرات ان کی تصنیفات سے نام لکھنے سے بعد غید غلط دیکھتے ہیں۔ اس سے شہہ ہوتا ہے کہ شاید ان کے علم میں مصنف کی اور بھی کچھ تصنیفات تھیں جن کے نام انھوں نے عمداً چھوڑ دیئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شرح الجامع الکبیر | امام حصیری کی جس کتاب کا ذکر اس وقت مقصود ہے وہ اُن کی بڑی شرح ہے، التحریر فی شرح الجامع الکبیر، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ (۸۰-۱۵۰ھ) کے شاگرد امام محمد بن حنفیانی

(۱۳۱ - ۱۸۹ھ) نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں ان میں اُن کی دو کتابیں الجامع الصغیر اور الجامع الکبیر بھی ہیں، امام محمد شیبانی امام ابو حنیفہ کے شاگرد بھی تھے اور اُن کے شاگرد امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم مکرخی المتوفی ۱۸۲ھ کے بھی شاگرد تھے۔ الجامع الصغیر میں امام محمد شیبانی اپنے اُستاد امام ابو حنیفہؒ کی رائے کو تمام تر امام ابو یوسف ہی کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ جب امام اعظم ابو حنیفہؒ کی وفات ہوئی تھی تو امام محمد شیبانی صرف ۱۹ سال کے تھے۔ انھوں نے اس کے بعد امام مالک اور امام ابو یوسف سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا۔ اور الجامع الصغیر تو امام ابو یوسف کی فرمائش ہی پر تالیف کی ہے البتہ الجامع الکبیر میں وہ امام ابو یوسف سے مسموعہ روایات سے زائد بھی بہت کچھ لکھتے ہیں۔

امام محمد شیبانی کی کتاب الجامع الکبیر فقہ حنفی کی اُن چھ کتابوں میں سے ایک ہے جنہیں نبیلوی اور اسامی کتابوں کا مرتبہ حاصل ہے، اور جو شخص بامعان نظر الجامع الکبیر کا مطالعہ کرے گا وہ یہ تسلیم کر لے گا کہ اس کتاب کو یرتبہ حاصل ہونا ہی چاہیے تھا، حاجی خلیفہ چلیپی نے کشف الظنون میں جس جگہ الجامع الکبیر کا ذکر کیا ہے وہاں اہل نظر حضرات کا یہ فیصلہ بھی نقل کیا ہے کہ:-

قد اشتمل علی عیون الروایات ومتون الدرر ایات بحیث ساد ان یکون معجزاً ولتامة لطائف الفقہ منجزاً (ص ۱۶)

الجامع الکبیر فقہ اسلامی کے ہر چہ اہل اعرار یعنی عبادات، مناکحات، معاملات اور مغفقات پر حاوی ہے اور ہمیشہ ہی مقبول و متداول رہی ہے، تقریباً ہر اسلامی مدرسہ میں اس کا درس دیا جاتا تھا اور عدالتوں میں قوانین مرد و عورت پر منطبق بہ اور معمول علیہ تھی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دور میں اس کی شرحیں لکھی گئیں۔ مدرسین نے اپنے تلامذہ کو سمجھانے کے لئے اس کی شرحیں لکھیں تو مفتیوں اور عدالتی عہدہ داروں نے تشریح و تطبیق قانونی کے لئے اس کی شرحیں تیار کیں۔ حاجی خلیفہ چلیپی نے کشف الظنون میں اور اسماعیل پاشا بغدادی نے ایضاح المکنون میں الجامع الکبیر کی (۴۷) شرحوں کا ذکر کیا ہے، اور یہ تعدد تو صرف ان شرح کی ہے جن کا علم انھیں ہو سکا تھا، اور کتنی شرحیں ذکر میں نہ آسکیں، یہ تو خدا ہی جانتا ہے۔ واضح ہے کہ حاجی خلیفہ کو علمائے ماوراء النہر کی بہت کم تصانیف کا علم ہو سکا ہے۔

بہر حال، حاجی خلیفہ چلیپی نے الجامع الکبیر کی شرحوں کا ذکر کرتے ہوئے امام حمیری کی دونوں شرحوں دغختر و مطول کا ذکر اس طرح کیا ہے:-

وشرحان للسید الامام جلال الدین محمود البخاری المعروف بالحصیری المتوفی ۸۶۳ھ، احدهما مختصراً الذی زاد فیہ علی ما فی الجامع زهاء الف وستائین وثلاثین من المسائل وکثیراً من القواعد الحسابیہ وهو فی مجلدين اوله :- الحمد لله شرع الاحکام الخ ، بالغ فی الايضاح بالنظائر والشواهد وایراد الفروق وتصحيح الحسابات باوجز العبارات تسهیلًا للمحفظ ، وثانیہا المطول الذی یبلغ فی الجمع والتحقیق الغایۃ ، وهو المسمی بالتحریر فی شرح الجامع الکبیر وهو فی ثمانی مجلدات ، الفہ عین قراء علیہ الملک المعظم عیسیٰ بن ابی بکر الایوبی صاحب الشام المتوفی ۸۶۳ھ ، وللملک المعظم المذكور شرح الجامع الکبیر ایضاً - (۵۶۸)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ امام حصیری نے الجامع الکبیر کی دو شرحیں لکھی تھیں ، ایک مختصر جو دو جلدوں میں ہے ، اس میں نہایت تفصیل کے ساتھ ایک ایک فقہی حکم اور قانونی نکتہ کی نظائر و شواہد کے ذریعہ توضیح کی گئی ہے۔ تطبیق احکام میں فروع کی بہت سی نظیریں پیش کی گئی ہیں اور بہت سے حسابی قواعد بھی اس میں بتائے گئے ہیں۔ اس شرح میں اصل کتاب الجامع الکبیر سے تقریباً (۱۶۲۰) مسائل زیادہ مندرج ہیں۔

دوسری شرح وہ مطول شرح ہے جس کا نام التحریر فی شرح الجامع الکبیر ہے۔ یہ آٹھ جلدوں میں ہے یعنی مختصر شرح سے چار گونہ مضمیم ہے ، اس میں توجع و تحقیق کی انتہا کر دی گئی ہے۔ امام حصیری نے یہ شرح اس زمانہ میں لکھی ہے جن زمانہ میں والی شام الملک المعظم عیسیٰ ان سے الجامع الکبیر وٹھہرے تھے۔ ایک شرح خود الملک المعظم نے بھی لکھی ہے جو اس کے علاوہ ایک دوسری کتاب ہے۔

اگرچہ حاجی خلیفہ کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ التحریر آٹھ جلدوں میں ہے ، لیکن یہ شاید اس لئے ہے کہ عجمی کاتب نے جلد اول کے دو حصوں کو الگ لکھا ہوگا ورنہ حقیقتہً یہ شرح سات جلدوں میں ہے ، خود مصنف کے قلمی نسخہ میں ساتویں جلد کے آخر میں انہوں نے لکھا ہے ، آخر الجزء السابع وهو آخر الكتاب۔

اگر کوئی مصنف ایک ہی موضوع پر دو کتابیں تصنیف کرتا ہے تو عام طور پر اُس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بڑی کتاب پہلے لکھی جاتی ہے اور اس کے بعد جب اس کی وسعت اور تفصیلات کی وجہ سے لوگ اس سے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتے اور نہ آسانی کے ساتھ اس کی نقلیں دستیاب ہوتی ہیں تو خود مصنف اس کی ایک تلخیص تیار کر دیتا ہے تاکہ لوگ بہ آسانی اس سے استفادہ کر سکیں اور بہ سہولت اس کی نقلیں حاصل کر سکیں ، اس طرح دوسری مختصر کتاب وجود میں آ جاتی ہے۔ حجتہ الاسلام امام محمد الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ کی کتاب احیاء علوم الدین اور

اس کی تلخیص المرشد الامین یا علامہ سعد الدین التستاری المتوفی ۷۹۲ھ کی شرح مطول اور مختصر المعانی کے ساتھ یہی صورت پیش آئی ہے، لیکن امام محمد الشیبانی کے دونوں کتابیں الجامع الکبیر اور الجامع الصغیر کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے اساتذہ امام ابو یوسف کی فرمائش پر پہلے الجامع الصغیر لکھی پھر مزید تفصیلات و تفریعات کا اضافہ کر کے الجامع الکبیر تالیف کی۔

امام حصیری کی دونوں شرحوں کی تالیف میں بھی یہی صورت پیش آئی، امام حصیری نے بھی جو مدرسہ نوریہ میں پچیس سال تک فقہ حنفی کا درس دیتے رہے تھے، ابتداً طلبہ کو مسائل کی تفہیم کے لئے الجامع الکبیر کی ایک مختصر شرح دو جلدوں میں لکھی۔ پھر جب الملک المعظم کو فقہ پڑھانے لگے تو اپنی مختصر شرح پر اضافہ کر کے یہ شرح التحریر سات جلدوں میں تالیف کی۔ انھوں نے التحریر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

تدکنت شرح هذا الكتاب من غير طنب ولا اسهاب نسألني من وجبت اجابته ان الكتب شرعاً ثانياً محرزاً للمعاني مناما اليه في الكتب من اجناسه فاجبته الى مراده۔  
فقہ کی کتابوں میں جو شرحیں آج ہمارے ہاتھوں میں ہیں، ان کی تالیف عموماً دو مقاصد کے تحت ہوئی ہے، اول، طلبہ کو فقہ پڑھانے کے لئے، دوم، مفتیوں کو شریعت کی ترجمانی اور واقعات پر احکام کی تطبیق میں رہنمائی کے لئے اور عدالتی عہدہ داروں کو فصل خصومات میں امداد دینے کے لئے۔

اگر بامعان نظر ان شروح کا مطالعہ کیا جائے تو مقاصد تالیف کی وجہ سے ان کے مضامین اور طرز بیان میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ طلبہ کی تعلیم و تفہیم کے لئے جو شرحیں لکھی گئی ہیں ان میں عموماً احکام کے منبع و منشا کا ذکر مختصر ہوتا ہے، اختلافات فقہا بھی محض ضمایم ہی بیان کئے جاتے ہیں۔ شارح نہایت تفصیل کے ساتھ مثالیں پیش کرتا ہے، ہزاروں ہی فرضی شکلیں واقعات کی بناتا ہے اور ان پر احکام کو منطبق کر کے طالب علم کو سمجھاتا ہے تاکہ طالب علم مسائل اور احکام کو اچھی طرح سمجھ کر ان پر حاوی ہو جائے۔

مفتیوں کی ہدایت اور عدالتی عہدہ داروں کی امداد کے لئے جو شرحیں لکھی گئی ہیں ان میں زیادہ تر احکام کے منبع و منشا کے بیان پر دیا جاتا ہے، علل احکام اور اختلاف آراء کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ استثنائی صورتوں کا بیان دونوں قسموں میں پایا جاتا ہے مگر پہلی قسم میں کم اور دوسری قسم میں زیادہ، مثالیں پہلی قسم میں زیادہ ہوتی ہیں اور دوسری قسم میں کم۔

اسی طرح طرز بیان پہلی قسم میں سادہ، عام فہم اور تفہیمی انداز کا ہوتا ہے، لیکن دوسری قسم میں طرز بیان عالمانہ

اور فن کا لائق اختیار کیا جاتا ہے، اصطلاحات و اشارات بھی پہلی قسم میں کم اور دوسری قسم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اس فرق سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ پہلی قسم کی شرحوں سے معتیان و عمدہ دارانِ عدالت کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتے یا دوسری قسم سے طلبہ اور عام شائقین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ دونوں قسم کی شرحوں سے ہر شخص بقدر محنت و ذوق طلب فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور حاصل کرتا ہے۔

امام حصیری کی یہ شرح التخریر فی شرح الجامع الکبیر قسم اول کی شرح ہے جو فن فقہ کے ایک طالب علم کو مسائل کی تفہیم کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ اس میں بہ کثرت مثالیں پیش کر کے طالب علم کو ایک ایک مسئلہ اور ایک ایک حکم پوری تفصیل کے ساتھ سمجھا گیا ہے۔ طرز بیان سادہ اور تفہیمی انداز کا ہے۔ ایک دو جگہ کے سوا کہیں گنجگاہ قسم کا منطقی انداز نہیں پایا جاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شارح رحمہ اللہ نے ارادی طور پر اصطلاحات و اشارات سے احتراز کر کے مسائل و احکام فقہیہ سلجھے ہوئے امتاز میں طلبہ کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی ہوئے ہیں۔

قلمی نسخے | التخریر جیسا کہ ابتدا میں لکھا گیا ہے، اب تک کبھی طبع نہیں ہوئی ہے، اس کے قلمی نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں جا بجا ملتے ہیں، مگر ان میں سے اکثر نسخے نامکمل ہیں۔ اس کا سب سے قیمتی نسخہ خود امام حصیری کے اپنے قلم کا لکھا ہوا دارالکتب المصریہ القاہرہ میں فن فقہ حنفیء ۹۹ پر ہے، لیکن اس نسخہ کی جلد اول نہیں ہے، جلد ثانی سے جلد سابع تک موجود ہے، ان میں سے جلد ثانی و ثالث کے ابتدائی و انتہائی چند ورق کرم خوردہ ہیں، باقی اچھی حالت میں ہیں۔ یہ بقدر مالِ قراقری نسخ میں سیاہ روشنائی سے لکھا ہوا ہے، ہر صفحہ میں اکیس سطریں ہیں۔ اس نسخہ کے آخر میں یعنی ساتویں جلد کے آخر میں خود مصنف رحمہ اللہ کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ ”ہو آخر الکتاب، اس میں حرفوں پر نقطے نہیں ہیں، نقطے بالکل چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ کتب خانہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد میں اس نسخہ کا میکروفلم موجود ہے۔ یہ نسخہ امام حصیری نے ۹۱۶ ہجری میں لکھ کر تیار کیا تھا، اور غالباً یہی سال اتمام تصنیف کا ہے۔

اس نسخہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حصیری نے اس کتاب کو سات جلدوں پر تقسیم کیا ہے۔

۱۔ جلد اول: مقدمہ کتاب سے شروع ہو کر کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الزکوٰۃ اور کتاب الحج پر ختم ہوئی ہوگی۔ بخط مصنف نسخہ کی یہ جلد ضائع ہو چکی ہے، البتہ اس کی نقلیں موجود ہیں۔

۲۔ جلد ثانی: کتاب النکاح سے باب اقرار المکاتب للمولیٰ تک،

کرم خوردہ صفحات کو چھوڑ کر جو صفحات اس جلد کے موجود ہیں وہ (۴۶۲) ہیں۔

۳۔ جلد ثالث: باب الشہادات سے باب ما یوجبہ الرجل علی نفسه تک۔

کرم خوردہ صفحات کو چھوڑ کر جو صفحات اس جلد کے موجود ہیں وہ (۴۹) ہیں۔

۴۔ جلد رابع: کتاب البیوع سے باب بیع المکیل تک، حجم (۴۶۲) صفحات۔

۵۔ جلد خامس: بقیۃ البواب کتاب البیوع، آخر کتاب البیوع تک، حجم (۵۲۰) صفحات۔

۶۔ جلد سادس: باب الوصایا سے آخر باب الکفالات تک، حجم (۴۷۲) صفحات۔

۷۔ جلد سابع: باب الصلح سے آخر کتاب تک، حجم (۴۶۳) صفحات۔

اس عظیم الشان کتاب کے اس نسخہ مصنف کے علاوہ اور نسخے کہاں کہاں پائے جاتے ہیں، ان کا ذکر کیا جاتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ ذکر میرے ناقص اور محدود علم کی حد تک ناقص و محدود ہی ہے۔

دارالکتب المصریہ میں اس کتاب کے دو اور نسخے بھی موجود ہیں لیکن دونوں نامکمل ہیں، البتہ دارالکتب کے ان تینوں نسخوں کو ملا کر دیکھا جائے تو کتاب مکمل ہو جاتی ہے۔

دوسرا نسخہ: ۶۱۹ ہجری کا لکھا ہوا ہے، اور اس پر خود امام حصری کے قلم سے یہ تحریر موجود ہے کہ عثمان بن میرک الحنفی نے یہ کتاب مؤلف سے پڑھی۔ اس نسخہ کی جلد اول، ثانی، ثالث اور رابع چار جلدیں موجود ہیں، اور اچھی حالت میں ہیں۔

تیسرا نسخہ: دارالکتب المصریہ کا تیسرا نسخہ کسی عالم محمد بن عبد الحمید بن اسحاق کا لکھا ہوا ہے، جو ۷۲۲ ہجری میں لکھ کر تیار ہوا تھا، اس نسخہ کی پانچ جلدیں اول، ثالث، رابع، خامس اور سادس موجود ہیں۔

۴۔ التحریر کا جو تھا نسخہ کتب خانہ آصفیہ حید آباد کن میں فقہ حنفی عربی ۱۳۲۷ ہجری ہے۔ یہ صرف تین جلدیں ہیں۔ اول، ثانی، سابع۔ جلد اول و ثانی ایک قدیم نسخہ مکتوبہ ۶۴۷ ہجری سے منقول ہیں اور جلد سابع ۱۱۳۹ ہجری کی لکھی ہوئی ہے جس کے آخر میں لکھا ہوا ہے: هذا الجزء آخر الجزء السابع وهو آخر الكتاب۔

۵۔ پانچواں نسخہ: رام پور (ہندوستان) کی رضا الاشرفی میں ہے، اس کی صرف چار جلدیں موجود ہیں۔

۶۔ چھٹا نسخہ: جامع شریف الیوب استنبول میں ہے، اس کی صرف دو جلدیں اول و ثانی موجود ہیں (فقہ حنفی ۹۱)۔

۷۔ ساتواں نسخہ: کتب خانہ بشیر آغا استنبول میں ہے، اس کی بھی صرف دو جلدیں اول و ثانی موجود ہیں (فقہ حنفی ۱۱۶)۔

۸۔ آٹھواں نسخہ: المکتبۃ الحمیدیہ استنبول میں ہے، یہ صرف جلد اول ہے۔ (فقہ حنفی ۲۲۲)